712/4-87

"Badalthy Mousam"

Urdu (poetry) prize: Rs 10/=

Pages: 128

Author (Poet): MOMIN KHAN SHAUQ

Address:- Ashraf Villa, 11-3-723,

Mallapalli, Hyderabad-500001

publisher: Author (self)

Printed at "Aijaz printing press",

Chatta Bazar, Hyd-500002

178/ROP

Selected

2. Sajida

13-4-82

بدلتے موسم

شعری مجموعہ

مومن خاں شوق

سنِ اشاعت : ۱۹۸۱ء
تعداد ایک ہزار

بہ اعانت اردو اکیڈمی آندھرا پردیش، حیدرآباد

کتابت ـــــــ محمود سلیم
سرورق ـــــــ محمد جعفر
طباعت ـــــــ اعجاز پرنٹنگ پریس چھتہ بازار حیدرآباد
قیمت ـــــــ دس روپے

○

ـــــــ بک ڈپو آندھرا پردیش اردو اکیڈمی حیدرآباد
ـــــــ الیاس بک ٹریڈرس، شاہ علی بنڈہ حیدرآباد ۲
ـــــــ حسامی بک ڈپو، چارکمان حیدرآباد ۲
ـــــــ نیشنل بک ڈپو، چارکمان حیدرآباد ۲
ـــــــ مکتبہ جامعہ لمیٹڈ دِلّی، بمبئی، علی گڑھ۔
ـــــــ سیما پبلشرس اینڈ بکس پروموٹرس، وینکٹ گیری نگر یوسف گوڑا حیدرآباد ۴۵
ـــــــ مصنف: اشرف ولا ۱۱-۳-۲۳۷ روبرو جامع مسجد سلطان پلی حیدرآباد ۱۰

والدِ محترم، والدہ محترمہ

بھائی عُمر خاں صاحب

اور

شریکِ زندگی

کے نام

ترتیب

نئی فکر، نیا لہجہ

کل شوقؔ سے اپنی بھی ملاقات ہوئی تھی
نظموں میں نئی فکر ہے، لہجہ بھی جُدا ہے

مومن خاں شوقؔ کی شاعری کے مطالعہ نے جس وصف سے آشنا کیا وہ ان کی ایجاز نگاری و اختصار پسندی ہے۔ شاعری در اصل چاول کے دانے پر قل ہو اللہ لکھنے کی جانکاہ مشق ہے، یہ وہ باریک ململ کا تھان ہے جو انگشتری سے صاف نکل آئے تو کیا کہنا۔

شوقؔ، متنوع موضوعات کے شاعر ہیں، جذبۂ حب الوطنی، قصیدۂ لب و رخسار، غمِ دوراں اور زندگی کی دیگر سچائیاں جو تلخ و ترش بھی ہیں، ان کے کینوس پر نقش و نگار بناتی نظر آتی ہیں۔ ان کے لب و لہجہ پہ ہندی شاعری کے اثرات بیشتر اور فارسی رنگ و آہنگ کی آمیزش کم تر ملتی ہے۔ اس طرح ان کی نظمیں، گیت اور دوہے کی یاد دلا جاتی ہیں۔ ساتھ ہی ساتھ جدید نظم کے اسالیب کی ترجمانی بھی کرتی ہیں۔

شوقؔ نے نثری شاعری بھی کی ہے اور مقفیٰ شاعری بھی، ان کی سیاحتِ فکر کا خلوص ہمیں یقین دلاتا ہے کہ مشاہدہ کی یہ لگن انھیں مستقبل سے آنکھ ملانے کے قابل بنا دے گی۔ مشق و مزاولت، آگہی و تجربہ کا یہ سلسلہ یونہی جاری رہے تو یقیناً شوقؔ کے قلم سے کوئی یادگار فن پارہ ٹپک پڑے گا اور یہ بڑی بات ہوگی کیونکہ ع یہ ایک تبسّم بھی کسے ملتا ہے

"گلِ تر"، "رُت جو بدلی"، "اُلجھن"، "سوال"، "پرواز" وغیرہ نظمیں اپنی طرف متوجہ کرلیتی ہیں اور شاعر کی انفرادی فکر کی ضمانت دیتی ہیں۔

شوقؔ کی غزل ہلکی پھلکی بحروں کے باوجود اپنے اندر ایک وزن لئے ہوئے ہے۔ گو ابھی انھیں تہ داری کی بہت سی منزلیں طے کرنی ہیں لیکن ان کے ناخن کی گرہ کشائی کے انداز ہمیں مایوس نہیں کرتے۔ ذیل کے چند شعر ملاحظہ ہوں ؎

یہ کتابیں ہیں زندگی میری
پھول یادوں کے ہیں کتابوں میں

ہر ایک خفا خفا ہے مجھ سے
حالات کا جیسے مرثیہ ہوں

شعر بھی کہیئے وزیروں سے بھی ملتے رہیئے
دیکھتے دیکھتے پھر آپ کی شہرت ہوگی

آج کی شاعری کی ریکھائیں
دیکھئے تو جناب ہاتھوں میں

قربت کی وادیوں میں مہکنے لگے نجوم
احساسِ خلوتوں کی گرہ کھولنے لگا

ساری دنیا گھر آنگن تھی
اُن سے مل کر یوں لگتا تھا

تیرگی لکھتے رہے ہم عمر بھر
چاندنی کا لفظ اب کیسے لکھیں

میں اُمید کرتا ہوں کہ مومن خاں شوقؔ کے شعری شعلہ و شبنم کی یہ پہلی کھیپ نشاطِ دیدہ وران کے حق میں قبولِ خاطر ہوگی۔

شاذؔ تمکنت

ریڈر شعبۂ اردو، جامعہ عثمانیہ
حیدرآباد

۱۸۔ مارچ ۱۹۸۰ء

اپنی بات

نام مومن خاں، تخلص شوقؔ، زندگی کی ۳۷ بہاریں دیکھ چکا ہوں مجھے فخر ہے کہ میں نے محمد قلی قطب شاہ کے شہر حیدرآباد میں جسے علمی و ادبی گہوارہ کہا جاتا ہے۔ بی۔کام کرنے کے بعد زرعی یونیورسٹی سے منسلک ہوں۔

شاعری کا ذوق تعلیمی زمانے ہی سے رہا۔ اِس ذوق کو فروغ دینے میں گھر کے علمی و ادبی ماحول کا اہم حصہ رہا ہے۔ میرے شفیق بھائی جناب عمر خاں عاصیؔ کی علمی قابلیت اور ان کی ادبی تحریروں نے میرے ذوقِ تجسّس پر مہمیز کا کام کیا اور مطالعہ کے ساتھ ساتھ شاعری کے رموز بھی آشکار ہوتے گئے اور تقریباً گیارہ سال قبل میں نے شاعری کے میدان میں پہلا قدم رکھا۔ زندگی کے مختلف نشیب و فراز اور تلخ و شیریں واقعات ذوقِ شاعری کو اُجاگر کرتے گئے۔ میں نے جناب طالب رزاقی صاحب (مرحوم) اور جناب وقار خلیل صاحب سے بہت کچھ جانا اور سیکھا۔ اِن معزز اصحاب کی ہمت افزائیوں اور مفید مشوروں نے میری شاعری میں خود اعتمادی کی رنگ سازی کی اور میں آگے بڑھتا رہا۔

پہلے پہل میرا کلام مقامی رسائل و جرائد کی نذر ہوتا رہا۔ اس کے بعد مقامی سرحدوں سے نکل کر ہندوستان کے اکثر و بیشتر رسائل و جرائد کی زینت بننے لگا جیسے "نیا دور" "زبان و ادب" "بانو" "شمع" "کھلونا" "نگار" "خاتون مشرق" "شاعر" "شیرازہ" "آندھرا پردیش" "سیاست" "رہنمائے دکن" اور "خدمت" وغیرہ وغیرہ آل انڈیا ریڈیو سے کئی مرتبہ اپنا کلام پیش کر چکا ہوں۔

میں نے عوام کے جذبات اور احساسات کو اپنی شاعری کا محور بنایا ہے۔ زندگی کو روشنی سے تعبیر کرتا ہوں۔ اندھیروں کی دیرپائی کا قائل نہیں۔ ویسے میرا تخلص شوقؔ ہے لیکن کئی جگہ مومنؔ سے بھی کام لیا ہے۔ "ادب برائے زندگی" میرا ادبی

اعتقاد اور روّیہ ہے۔

میں جناب طالب رزاقی (مرحوم) کو نذرانۂ عقیدت پیش کرتے ہوئے دعا گو ہوں کہ خداوند تعالیٰ ان کو جنّت الفردوس میں اہم مقام عطا فرمائے۔ آمین۔ میں جناب وقار خلیل کا تہہ دل سے مشکور ہوں کہ صاحبِ موصوف کے مشورے اور گراں قدر آراء "بدلتے موسم" کی اشاعت میں بے حد کارآمد ثابت ہوئیں۔

ہند و پاک کے نامور شاعر جناب شاذ تمکنت نے میری شاعری پر حوصلہ افزا رائے سے نوازا۔ جناب اختر حسن اسسٹنٹ سکریٹری آندھرا پردیش اردو اکیڈمی نے مختصر مگر جامع رائے سے سرفراز فرمایا۔ ہر دو معزز اصحاب کی عنایتوں پر اظہار تشکّر بجا لاتا ہوں۔

جناب محمد معزالدین صدیقی صاحب (سکشن آفیسر جی اے ڈی) بھائی عمر خاں صاحب (سکشن آفیسر، میونسپل کارپوریشن)، جناب فصیح الدین صدیقی صاحب، جناب مجید سلیم صاحب، جناب محمد معین الدین صاحب، جناب خواجہ صدیق احمد صاحب اور جناب یوسف ندیم صاحب نے اس سلسلے میں اپنے اشتراک سے ممنون کیا جس کے لئے سپاس گزار ہوں۔ جناب محمود سلیم (خوش نویس) نے توجہ اور اپنے پن کا مظاہرہ کرتے ہوئے "بدلتے موسم" کو روشن تر کتابت سے سنوارا جن کا میں بے حد مشکور ہوں۔

آخر میں شریکِ زندگی کا بے حد ممنون ہوں کہ انھوں نے اس سلسلے میں پورا پورا تعاون کیا۔

[illegible]

شرف ولا، ۱۱-۳-۲۳ء
ملے پلی، حیدرآباد ۵۰۰۰۰۱

حمد

تیری ہی رفعت
تیری ہی عظمت
تیری ہی نسبت
تیری ہی قدرت
پروردگارا ہے آشکارا

ہر دو زماں سے
ہر دو جہاں سے
کون و مکاں سے
تیری ہی قدرت
پروردگارا ہے آشکارا

جسم سے جاں سے
نطق و زباں سے
شرح و بیاں سے
تیری ہی قدرت
پروردگارا ہے آشکارا

شام و سحر سے
بحر اور بر سے
علم و خبر سے
تیری ہی قدرت
پروردگارا ہے آشکارا

نعت

اے رحمتِ عالم ایک نظر بر حالِ غریباں ہو جائے
یا درد گزر جائے حد سے یا درد کا درماں ہو جائے

ہر سانس سے آئے بوئے وفا، ہر بات میں ہو اُلفت کی ادا
اِک نشترِ یادِ شاہِ رسل پیوست رگِ جاں ہو جائے

جب اشکِ ندامت اُبھریں گے سرکار کرم فرمائیں گے
خوشنودیٔ رب ہو گی حاصل جب نفس بھی انساں ہو جائے

میں نعت نگارِ شاہ بنوں حسانؓ پکارے مجھ کو جہاں
سرکار ثنا خواں ہوں میں بھی مجھ پر بھی یہ احساں ہو جائے

میں چاہوں کہ دنیا کی مشکل ہو جائے جو آساں مشکل ہے
اے شوقؔ دو عالم کی مشکل وہ چاہیں تو آساں ہو جائے

آرزوئے شوق

فقط حضورؐ کا دیدار اور کچھ بھی نہیں
فضائے طور کے انوار اور کچھ بھی نہیں

غمِ حیات، نشاطِ حیات بن جائے
نگاہِ لطف ہو اک بار اور کچھ بھی نہیں

بس ایک بار اِدھر بھی وہ چشمِ رحمت ہو
صدائے قلبِ گنہگار اور کچھ بھی نہیں

ازل سے آنکھوں کو دیدار کی تمنّا ہے
عطا ہو طاقتِ دیدار اور کچھ بھی نہیں

تھکا ہوا ہوں محبت کی شاہراہوں کا
ذرا سا سایۂ دیوار اور کچھ بھی نہیں

پکارتی ہے جسے نامِ شوق سے دُنیا
حضورؐ کا ہے پرستار اور کچھ بھی نہیں

کتاب

پڑھو، ورق ورق پڑھو
سسکتی، ادھ جلی ہوئی حیات کی علامتیں
سطر سطر میں منتشر، حرف حرف نقوشِ جاں
مہکتی، پھول جیسی بھولی بسری زندگی
خمار، خواب، جام، عکس
عکس، جام، خواب، لب
کرن کرن، کلی کلی، بدن کے ذائقہ کا لمس
خاک و باد و برق
خوف، خواہشوں کے رنگ
ایک باب، ایک فصل، ایک واقعہ، غزل
فسانہ پھر روایتیں، نقد و تبصرہ کہ فن
پرانے لوگ چیتھڑے، لباس نو بہ نو سجے
خدا کا خوف، نیکیاں، عذاب اور پھر عذاب
بھوک، کھیت، بالیاں
چاند جیسی روٹیاں
لڑکیاں، پہیلیاں
حکایتیں، صحیفے، تذکرے ورق ورق سبھی پڑھو

روشنی کی طرف

زندگی ہیں اُلجھنیں
اُلجھنوں میں زندگی
کیف، درد اور اضطراب
غم، مسلسل غم، عذاب
روشنی پیتی رہی تاریکیوں کے ماہ و سال
پھر بھی ظلمت قطرہ قطرہ
آئینہ در آئینہ
چہرہ چہرہ بڑھ گئی
زاویئے فکر و نظر کے
مرحلے فہم و بصر کے
اور فزوں ہوتے گئے
روشنی کی جستجو میں روز و شب
برگِ آوارہ بنے
دشتِ امکاں کی حدوں میں
ہر قدم چلتے رہے
پھر بھی ہم چلتے رہے

اعتماد

کس کے ہمراہ چلیں
خضر بنائیں کس کو
ہم کہ جس دشتِ بلا میں ہیں اسیر
رات ہی رات ہے یاں سایہ فگن
کوئی مہتاب، نہ جگنو نہ کوئی اپنا رفیق
جیسے خاموش سمندر کی طرح تنہائی

صبح کے شہر کو چلنا ہے
کٹھن ہے رستہ
اور منزل ....
کہ ذرا فاصلۂ فکر و نظر تو سمٹے
انتظار اور کہ قدموں پہ بھروسہ ہے ہمیں
خود بنیں خضر، چلیں جانبِ دل
نارسا دشت میں مہکائیں گلاب

نئے آدرش

اُسے کیوں روکتے ہو
کوئی چُپ چاپ گھر کو جا رہا ہے
تمنّا کی چتا کو آگ دے کر
اُدھر دیکھو، خرابے میں
وہاں کچھ پھول شاید جل رہے ہیں
اُجالا، کپکپاتا، کانپتا، مدھم اُجالا
یقینِ صبح کی روشن علامت ہے

شعور

ہوا کے دوش پر جیسے رواں ہے
سمندِ وقت کتنا بیکراں ہے
اِسے تم روکنا چاہو
کہاں ممکن!
زمانہ!
وقت!!
لمحہ!!!
ساعتِ دلدار بھی ہے
شعلۂ رخسار بھی ہے
آب و خاک و باد بھی ہے
تم اکیلے
سوچتے لمحوں میں جکڑے
کس لئے تنہا کھڑے ہو
زندگی اور وقت کے ہمراہ
جینے کا چلن سیکھو

○

دوستی ہے کہ دشمنی ہے ابھی
ہم نے اک بات تو سُنی ہے ابھی

دیکھ لو ، جو دکھائے یہ دُنیا
اپنی آنکھوں میں روشنی ہے ابھی

ذکر پر اس کے لوگ ہنستے ہیں
آپ کی اس سے دوستی ہے ابھی

آپ سے اور کیا چھُپانا ہے
عشق کرتے ہیں تشنگی ہے ابھی

انگلیاں کیوں اُٹھیں زمانے کی
آنکھ اس شوخ سے لگی ہے ابھی

دوستوں میں ہے شوق بھی اپنے
آپ کی اس سے کیوں ٹھنی ہے ابھی

صبح جلتی ہے شام جلتی ہے
دھوپ ہر لمحہ ساتھ رہتی ہے

موسموں کے بدل گئے آداب
شہر و صحرا میں لُو سی چلتی ہے

جلتی آنکھوں میں روشنی نہ چمک
زندگی گرد گرد اُڑتی ہے

لوگ اس طور بھی تو زندہ ہیں
سانس چلتی ہے سانس رُکتی ہے

آرزو آنچلوں کے سائے میں
چند لمحے ہی رقص کرتی ہے

شعر کہتے ہوئے خیالوں میں
شوق اک آرزو مچلتی ہے

○

اپنی دھرتی پر جہاں ایسا بسا
آدمیّت مسکرائے پیار کی کونپل لگا

وادیٔ سنسان میں آواز دے
خود پلٹ کر آئے گی تیری صدا

وہ اگر شاداں نہیں، فرحاں نہیں
اس طرح جینے سے آخر فائدہ

فصلِ گل آنے کو آئی اور گئی
دُور سے میں دیکھتا ہی رہ گیا

ایک لمحے کی مسرّت کیا ملی
گردشِ حالات نے رسوا کیا

شوق سرگرداں ہے جس کے واسطے
چھپ گیا ہے وہ کہاں کچھ تو بتا

شاعر ہوں جبھی تو جل رہا ہوں
زخموں کا اٹوٹ سلسلہ ہوں

ہر ایک خفا خفا ہے مجھ سے
حالات کا جیسے مرثیہ ہوں

سورج کو چھپا کے مجھ کو دیکھو
تنویر کا ایک سلسلہ ہوں

آئینہ تو جھوٹ بولتا ہے
دیکھو مجھے کتنا خوش ادا ہوں

سمتوں کے حصار میں نہ ڈھونڈو
لمحہ ہوں مگر گریز پا ہوں

ہونٹوں نے جسے کبھی چھوا تھا
میں شوق اُسی کی اِک صدا ہوں

دُھند کا ایک منظر

ایک کلی
نو شگفتہ کلی
صحنِ گلشن میں اِٹھلا رہی تھی کہ
اک دن
صبا نے گجر دم جگایا اُسے :
اور معصوم !
نورس، شگفتہ کلی
پھول بننے کا ارمان دل میں لئے
چند لمحوں کی خاطر ہوئی شادماں
دیکھتے دیکھتے ——
مسکراتے لبوں پر خزاں چھا گئی

لاکھ خوشبو نے اُس کو جگایا مگر
وہ کلی
ایک تتلی کے ہمراہ اُڑتی چلی
دُور
صحنِ چمن سے بہت دُور
آکاش کی سرحدوں سے اُدھر
اور
صحنِ چمن دُھند کا ایک منظر لگا

عبادت

یہ جو تم گپھا میں بیٹھے
پتھر کی مورت کی طرح
دنیا سے دور
زندگی سے بے خبر
عبادت میں محو رہتے ہو

... ...

اور یہ سمجھتے ہو کہ
تم نے سب کچھ پالیا:
مگر ہم یہ کہتے ہیں
چھوڑ کر گپھا کو
تم ادھر آؤ
اس بے رحم ظالم دنیا میں
جھلستی، تپتی زندگی کے
مرحلوں کو جھیل کر
عبادت کرو تو ہم جانیں

یادیں

غم کے سائے
درد پرائے
بیتے قصّے
تنہائی کی چوکھٹ پر
جب جب
یاد آئے ہیں
تب تب
بچھڑے ساتھی
دل کے زخم پہ
شعلہ بن کر
اور مجھے جھلسائے ہیں
رہ رہ کر تڑپائے ہیں

تخلیق

سنہری شفق، پیار کی چاندنی
تشنگی جام پر جام پیتی رہی
اور دھنک سیج پر موم بنتی رہی
شام تنہا ہوئی، روشنی بہہ گئی
بے لباسی کی لذّت مزہ دے گئی
قطرہ قطرہ لکیریں اُترتی گئیں
فاصلوں کی شعاع، لمس کی قربتیں
اور گولائیاں، مہکی مہکی ہوئی
روشنی کی بشارت کا مظہر بنیں
اِک نیا مرحلہ
سلسلہ شوق کا، حُسنِ تخلیق کی صبح کا واسطہ

نقش و رنگ

نقش روشن تھے
یہ تعبیر جو اُلٹی اب کے
سایہ سایہ کسی آسیب کی مانند حیات
ایک اک چہرے کا منہ نوچ رہی ہے بڑھ کر
نور و ظلمت کی کشاکش سے جو معنی نکلیں
ہاں، وہی شہر طلسمات کا مفہوم بنیں
رنگ بکھرے
تو یقیں ہے مجھے چہرہ بدل جائے
نقش روشن ہوں
سویرا ہو جائے

اُلجھن

میں دفتر سے چلا تھا
گھر کی جانب ——
راستے میں
کچھ خیالوں نے مجھے روکا
خیال آیا خریدوں گا
نیا نِکلس، نئی ساڑی
پر اتنے میں مجھے "نسرین" کی چٹھی یاد آئی
جس میں لکھا تھا کہ
مکتب کی کتابیں، کاپیاں، اسکول یونی فارم
آتے وقت لے آؤ،

میں حیراں سوچتا ہی رہ گیا
اب کے آکر گھر کا کرایہ، لانڈری والے کا بِل
اور لائٹ کا صرفہ ....
نہ جانے اور کیا کیا
خیر ....
میں گھر پہ کھڑا ہوں
میں ہر وعدے پہ قائم ہوں
مجھے آواز دو
اندر بُلا لو
ذرا اُلجھن سے جان چھوٹے

رُت جو بدلی تو

رُت جو بدلی تو یادوں نے اُلجھا دیا
رات پھر اور تنہا سی لگنے لگی
ایک اک کر کے پرچھائیں دل کے قریں
جیسے ڈسنے کی خاطر ہیولا بنیں :
اور بنتی گئیں
ہم نے موسم کے پَر نوچ ڈالے تو تھے ،
کونپلیں پھر اُگیں ، پات پھر آ گئے
اور پھر ہم سرابوں میں مارے گئے
زندگی : اک تماشہ سہی دوستو !
ہم تو واقف تھے پھر کیوں ستائے گئے
کوئی بتلائے اصلِ حقیقت ہے کیا !؟
چاندنی نوچ لیں ، چاند پی جائیں کیا !!
... ... !!

○

ذکرِ دلداریٔ جاناں نہ لکھا ہے ہم نے
لوگ کہتے ہیں کہ افسانہ لکھا ہے ہم نے

جس کی دیوانگیٔ عشق سے رستے مہکے
صرف اس شخص کو فرزانہ لکھا ہے ہم نے

آپ جلتا ہے نئی صبحِ تمنّا کے لئے
جذبۂ شوق کو پروانہ لکھا ہے ہم نے

سب خرد مند تھے، افسونِ نظر تھا! کیا تھا
شہر والوں کو بھی دیوانہ لکھا ہے ہم نے

تم نے جن آنکھوں میں دیکھی ہے تھکن صدیوں کی
یوں ہے اُن آنکھوں کو پیمانہ لکھا ہے ہم نے

صبحِ اقرار تو چمکی ہے بصد شوق، مگر
جلتی راتوں کا بھی افسانہ لکھا ہے ہم نے

○

بزم میں ہم رہے اِک کمی کی طرح
روشنی تھی مگر تیرگی کی طرح

تیرے رُخسار تھے چاندنی کی طرح
خامشی بولتی تھی کلی کی طرح

پھول میں، چاند میں، جام میں زخم میں
روز ملتے ہیں ہم اجنبی کی طرح

اور پھر ہم نے اس کو لگایا گلے
"موت ہم سے ملی زندگی کی طرح"

یوں پسِ آئینہ ایک چہرہ ملا!
ایک غنچہ کھلا نغمگی کی طرح

یاد اس کی دبے پاؤں گزری تھی شوق
میں کہ انجان تھا اک گلی کی طرح

آدمی ہوں کہ سُلگتا ہوں میں
روز مرتا ہوں کہ زندہ ہوں میں

رات کے ساتھ بدلنے والو!
ہر نئی صبح پہ تنہا ہوں میں

اتفاقاتِ زمانہ کہیئے!!
کبھی گلزار تھا، صحرا ہوں میں

مجھ کو پتّھر سے نہ مارو لوگو!
ٹوٹ جاؤں گا کہ شیشہ ہوں میں

شوق یوں روند کے جاتا کیسا
آپ کی فکر کا رستہ ہوں میں

○

مجھ کو مصروف کر کے خوابوں میں
پھول بن کر رہے کتابوں میں

نظر آتی ہے اُن لبوں کی ہنسی
مُسکراتے ہوئے گلابوں میں

چشمِ مشتاق! ایسی بھی ضد کیا
وہ چھُپے ہیں کئی حجابوں میں

اک حقیقت کی آرزو توبہ!
زندگی کٹ گئی سرابوں میں

یہ کتابیں ہیں زندگی میری
پھول یادوں کے ہیں کتابوں میں

کر رہا ہے تلاش شوق تمہیں
جام و ساغر کے ماہتابوں میں

گیت

جیون سپنوں کی اک بستی
دھوپ کبھی تو کبھی یہ چھایا
اس کے روپ انوپ
شعلہ، شبنم، پھول، انگارے
اور نصیب اپنے اپنے
فٹ پاتھوں پر کاسہ لے کر
روپ دکھائے، من کمھلائے
کوٹھی اور حویلی اوپر
راج کرے، بہروپ دکھائے
سپنے تو سپنے ہوتے ہیں
سپنے کب اپنے ہوتے ہیں
من کے تار پہ مومن خاں بھی
اکتارے پر یہی سنائے

سراپا

ان کا سراپا
کیسے لکھوں
رُخِ مہتابی
چال شرابی
حُسن معطر
پھُول کی ڈالی
سروِ خراماں
وہ متوالی —
کیاری کیاری
وہ پھلواری
بھونرا بن کر
گھوم رہی ہے
کلیوں کا رس
چُوم رہی ہے
... ...
اب کے ملے تو
اس سے پوچھوں
میں شاعر، بیراگی
تیرا سراپا
لکھنا چاہوں —
رُک جا اک پل
دُنیا ٹھہرے —!
صحرا صحرا
خوشبو مہکے
شعر و ادب
افسانہ، رُباعی
تیرا چہرہ
تیرے روپ
میرا کیا ہے
سب تیرا ہے

برہا کے صحرا میں

بُجھی بُجھی بے نور فضائیں
تم نے جھوم لہرایا تھا!
جیون کے جلتے ساگر میں
تم نے آنچل مہکایا تھا!

تم میرے سپنوں کی رانی
من مندر میں روپ سہانی
کومل، کلیوں جیسی جوانی!
پیار کی باتیں امرت بانی

کتنی باتیں یاد آتی ہیں
تنہائی کو مہکاتی ہیں
چُھپ چُھپ کر وہ اپنا مِلنا
خط لکھنا اور گُم صم رہنا
مہتابی راتوں میں اکثر
یادوں میں تاروں کو تکنا

جلد آنے کا وعدہ کرکے
تم جو پچھم دیس گئی ہو
پورب میں ورشا بھی برسی
تم بن لیکن اپنی دھرتی
سُونی سُونی بنجر سی ہے

تم جو آؤ ساون آئے
صحرا میں ہریالی آئے
پھول کھلیں بھونرے منڈلائیں
پیار کے نغمے مل کر گائیں!

پریم پجارن

بھور اندھیرا
ہُوا ہے سکھیاں
آئے نہ وعدہ کر کے ساجن
دیکھو ری سکھیاں
پنچھی بھی تو لوٹ چلے ہیں
دن کا ـــــ
تپتا، جلتا سورج
دور کہیں بدلی میں
چھُپ سا گیا ہے ـــــ
کارن کیا ہے
آئے نہ ساجن
وعدہ کر کے ـــــ

چندا بھی اب ہُوا ہے روشن
جھلمل جھلمل کرتے تارے
پر من میرا کھویا کھویا
نین لگے ہیں ہر آہٹ پر
گھر کے دوارے
قدم قدم میں چونک سی جاؤں
ہر آہٹ پر
بڑھے ہے دھڑکن
جانے کب آئیں گے ساجن
جن کی میں ہوں پریم پجارن

رنگ رنگ سنسار

رنگوں کی پھلوار سے سجنی
رنگ بنا سنسار
نیلا، پیلا، اودا، لال
رنگوں کا دربار
جاگ گیا سنسار
ہولی کا تہوار
اِن رنگوں کو رنگ نہ سمجھو
مہکے اِن سے بستی بستی، نگری نگری اور دوار
یک جہتی، اخلاص، محبت، امن، مسرت، پیار
رنگوں کی پھلوار سے مہکا اب کے برس گلزار
——— اب کے برس گلزار

ساون آیا

برکھا آئی ساون آیا
موسم نیا سندیسا، لایا

بجلی کڑکی، بادل گرجے
پھول کھلے اور غنچے مہکے

ندّی نالے شور مچاتے
بچّے خوش خوش گیت سناتے

نسرین اور شاہین بھی شاداں
ابّو، امّی، اپی، فرحاں

آنگن آنگن، دیپ جلے ہیں
پنگھٹ پنگھٹ پھول کھلے ہیں

جنگل میں منگل کا سماں ہے
ایسا موسم اور کہاں ہے

یادوں کی ڈور

سیج پہ لیٹے
بیگم یگ یگ راہ تکے
کب آئیں گے ساجن
آفس کی فائیلوں میں اُلجھے
وہ بھی سوچ رہے ہیں بیٹھے
سجنی گھر میں اُلجھی اُلجھی
یادوں میں کھو جاتی ہو گی !!
بگیا میں کلیاں چُن چُن کر
ہار پروتی ہو گی :
دھیان کی ڈور اُلجھ جائے تو
من آفس میں
اور واں گھر میں
کب لگتا ہے، کیا لگتا ہے

گُلِ تر

کِھلے ہیں پھُول کتنے ہی تمناؤں کی وادی میں
تمہارے قرُب کی خوشبو
صبا کے دوش پر صحنِ چمن میں جب مچلتی ہے
میں آنکھیں بند کر لیتا ہوں
کھو جاتا ہوں اُن کی خوبصورت سی ملاقاتوں کے گلشن میں
تو لگتا ہے:
یہ جُوہی اور چمپا، موتیا، نرگس
تمہاری طرح جینے کی یہاں پر نقل کرتے ہیں
انھیں تم سے علاقہ کیا!؟
مرے احساس کی خوشبو! تم اک ایسا گُلِ تر ہو
مہک سے جس کی روشن ہے مرے فن کا صنم خانہ

شعلہ، شعلہ شبنم شبنم
مہکا، مہکا موسم موسم

پیار محبت نظمِ گلشن
یہ بھی مبہم، وہ بھی مبہم

رنج و الم اور درد تڑپ
جیون جیسے، ماتم ماتم

باتیں اُن کی یاد آتے ہی
پلکیں بھاری پُرنم پُرنم

شامِ غم کے آتے آتے
ان کی زُلفیں برہم برہم

اُن کی مُروّت، اپنی محبت
شوق زیادہ اور کبھی کم

جب آئے برہا کی رات
یاد آئی بھولی سی بات

جیون کیا ہے اِک بازی ہے
جیت کبھی تو کبھی ہے مات

ایک خدا کا روپ ہیں سب
بدلی بدلی سی ہے ذات

پہلی سی راتیں نہ دن
بدلے، بدلے سے اوقات

کر نہ بھروسا اوروں پر
ہو نہ جائے تیری مات

کوئی نہیں ہے گھر میں تو
دیواروں سے کر لے بات

شوقؔ، مسائل کیسے حل ہوں
ہاتھوں پر گر رکھتے ہات

○

جرم کیا چیز ہے سزا کیا ہے
تم ہی بتلاؤ ماجرا کیا ہے

اور لوگوں نے بھی کیا ہے یہی
آپ کے واسطے بچا کیا ہے

بے سبب روٹھنے کا کیا مطلب
آخر اس نے تمہیں لکھا کیا ہے

اس کا مفہوم بھی سمجھ لینا
رات کے شہر میں دعا کیا ہے

سب نے غالب صدی میں دیکھا ہے
جشن کیا، جشن کی عطا کیا ہے

شوقؔ صاحب بتائیے سب کو
شاعری سے تمہیں ملا کیا ہے

○

بند آنکھیں اب کھولو بابا!
دیکھو دُنیا، بولو بابا!

چہرے بات نہیں کر سکتے
دل سے دل کو ٹٹولو بابا!

من میں دُکھ کو پالتے کیوں ہو
رونا ہو تو رولو بابا!

کینہ کڑواہٹ ہے دل کی
پریم کی مصری گھولو بابا!

چین نہ پائے جھوٹا جگ میں
بات نہ جھوٹی بولو بابا!

ساری رات تو جاگتے کاٹی
تھوڑی دیر تو سولو بابا!

شوق زباں پر قابو رکھو
بات کو پہلے تولو بابا!

کرن چمکی

وہ لمحہ
گفتگو کا عطر ہے جب بات بن جائے
نشاطِ آرزو کھلائے اور دنیا کو مہکائے
مسائل کتنے پیچیدہ سہی
حل ہو بھی جاتے ہیں

اِدھر ایسا ہوا:
بہتے ہوئے آنسو تھمے، چہروں پہ جیسے تازگی آئی
طنابیں کھنچ گئیں غم کے اندھیرے میں کرن چمکی
سحر کی منزلیں سورج کو ہاتھوں میں لئے نکلیں

نئے سال میں

شکریہ آپ کا
آپ نے جو ہمیں دی ہیں
خوشیاں، نئے مرحلے
اُلجھنیں اور نئے راستے
پھر نئے سال میں
ٹھیک ہے
وہ جو ہوتا ہے قسمت کا لکھا ہوا
آپ چاہیں نہ چاہیں
ہوتا وہی ہے جو تقدیر ہے
اس نئے سال میں
آزمائش کی میزان پر تولنا ہے
تمنّا کو، تقدیر کو اور تدبیر کو
جیت ہوگی کسی ایک کی

یادِ جاناں ذرا سنبھال مجھے

دل کی تسکین، آنکھوں کی ٹھنڈک
جلتی تنہائیوں میں مہک
گھر کے آنگن میں جوہی کی بیل
پیار کی چاندنی ———
مشرقی حسن، مغرب کی خوشبو
جیسے قوسِ قزح آسماں پہ
رنگ کتنے ہی یاد آرہے ہیں
اک تری یاد کیا آرہی ہے
جب سے تم گھر نہیں ہو
گھر کی دہلیز سونی پڑی ہے

کِس گوشے میں صبحِ بہاراں

غم کی پیاس نہ بُجھنے پائے
غم کا سورج چڑھتا جائے
درد کی آندھی بڑھتی جائے
ڈالی ڈالی خشک، برہنہ
رُوٹھی رُوٹھی گریہ کناں
اُڑی اُڑی پھولوں کی رنگت
مُرجھائی سی کلیاں
رُکی رُکی سی سانسیں
بُجھے بُجھے سے چہرے
سب کی نظریں ڈھونڈ رہی ہیں
صبحِ بہاراں کِس گوشے میں خوابیدہ ہے

نئی کونپل

تمنّا کے گلستاں میں
نئی کونپل جو نکلی ہے
خدا رکھّے، بھلی لگتی ہے
برگ و بار لے آئے
دُعاؤں کا تو یہ موسم نہیں ہے
فقط احساس
رہ رہ کر اُفق زارِ تخیّل پر اُبھرتا ہے
بہاروں میں نشیمن جل گیا تو
نئی کونپل کا کیا ہوگا!

پرواز

دل اِک پنچھی
اُڑنے کو پر تول رہا ہے
شاخ پہ کاگا بول رہا ہے
"جیون اک پرواز رے بابا"
ٹہنی ٹہنی اُڑتا چل
صحرا صحرا، پنگھٹ پنگھٹ
تیرا نشیمن کہیں نہیں ہے
خلا خلا میں اُڑتا چل
جیون تو بے انت سفر ہے

تعاقب

میرے پیچھے
یادوں کا روشن تاج محل
جگمگا رہا ہے
اور سامنے
ٹوٹے ہوئے آئینے کی کرچیاں
دُور بہت دُور تک محوِ رقص ہیں
جانی پہچانی پرچھائیں
دیکھی بھالی جھلملاہٹیں، شنیدہ آوازیں
ایسے میں سوچتا ہوں
کدھر جاؤں، کس کو اپناؤں

ملاقات

چاندنی رات میں
خاموش سی رہ گزر پہ
اچانک ——
ان سے یوں ملاقات ہوئی

جیسے ——
جنم جنم کے بچھڑے ساتھی مل گئے ہوں
ویرانے میں پھول سے کھل گئے ہوں

قطعہ

تمدن کا زباں کا پاسباں ہے
مذاہب کا یہ گنجِ شائگاں ہے
رشی، بدھ، رام، لچھمن، کرشن، خواجہؒ
مرا ہندوستاں جنت نشاں ہے

قطعہ

جو نور بخش رات کو ہوں ماہتاب کی طرح
ضیاء نواز دن میں بھی ہوں آفتاب کی طرح
یہ شرحِ زندگی بھی ہے بیانِ زندگی بھی ہے
تمہارے سامنے ہوں میں کھُلی کتاب کی طرح

قطعات

نُور ہی نُور ہے جدھر دیکھو
جلوۂ طُور ہے جدھر دیکھو
شوق روشن ہوئے ہیں چند نکات
قوم مسرُور ہے جدھر دیکھو

○

ہر سمت حقیقت کی ضیاء دیکھ رہا ہوں
کانٹوں پہ بھی پھولوں کی قبا دیکھ رہا ہوں
ہر شخص کے چہرے پہ مسرت رقصاں
سچائی کو یوں جلوہ نما دیکھ رہا ہوں

قطعات

○

ہم ہیں مجبور اپنی فطرت سے
تم ہو مجبور اپنی عادت سے
بات اُلجھی ہوئی تو سُلجھتی نہیں
کام بنتے نہیں عداوت سے

○

دیکھئے پھولوں کو کانٹوں میں بسر کرتے ہیں
اور انساں ہیں کہ آپس ہی میں لڑ مرتے ہیں
یہ ہوس کار ہیں توسیع پسندی کے شکار
جنگ بھی کرتے ہیں اور صلح سے بھی ڈرتے ہیں

○

نئے فیشن

نئے فیشن میں اُلجھے جا رہے ہیں
سمٹتی جا رہی ہے زندگانی
پرائی ریت کو اپنا رہے ہیں
نئے فیشن میں اُلجھے جا رہے ہیں
نہ جانے اِس سے ہم کیا پا رہے ہیں
دِلوں میں آرزو سنہ لن ترانی
نئے فیشن میں اُلجھے جا رہے ہیں
سمٹتی جا رہی ہے زندگانی

(ترائیلے)

○

دھواں، دھواں

حالات ہیں دھواں دھواں
کس کس کا ہم گِلہ کریں
ہر شخص غم کی داستاں
حالات ہیں دھواں دھواں
احساسِ زندگی کہاں
کِس کِس سے ہم وفا کریں
حالات ہیں دھواں دھواں
کس کس کا ہم گِلہ کریں

(ثلاثیے)

○

ہائے جاڑوں کا زمانہ موسم
جی لبھاتا ہے یہ پیارا موسم

پھول کھلتے ہیں، مہکتے ہیں گلاب
گدگداتا ہے سہانا موسم

عشق کی جوت جگانے والا
موسموں میں یہی اچھا موسم

شوخ جذبات میں شعلہ، شبنم
روز ملنے کا بہانا موسم

پیار کے ساز پہ ہر دم گائے
عیش و مستی کا ترانہ موسم

وقت کہتا ہے غزل ہی لکھیں
شوق صاحب ہے دوانا موسم

○

صبح کی سمت چلے ہیں یارو
اب تو حالات نئے ہیں یارو

فن کی توقیر پہ اِترأو جناب
پھول ہر گام کِھلے ہیں یارو

عظمتِ غم پہ نہ حرف آئے کبھی
مسکراتے ہی رہے ہیں یارو

اک ذرا دِل کی کہانی سُن لو
اس کے ابواب نئے ہیں یارو

اور کِس کِس سے نبھاؤ گے کہو!
دوست دشمن تو لگے ہیں یارو

اِک ذرا پیار کے افسانے پر
شوق بے وجہ جلے ہیں یارو

عاشقی موجبِ سزا بھی نہیں
مرحلہ یہ مگر نیا بھی نہیں

پہلے ہر بات پر دُعائیں تھیں
اتنی باتیں ہیں اور دُعا بھی نہیں

آپ سب لوگ جانتے ہیں اُسے
وہ کوئی اور دوسرا بھی نہیں

اس سے ملتے ہوئے جھجکتا ہوں
یوں بظاہر تو فاصلہ بھی نہیں

شوق کا نام جب لیا ہم نے
مسکرا کر کہا نیا بھی نہیں

○

کچھ لوگوں کو یہ دور جو قسمت سے ملا ہے
یوں لگتا ہے حالات کی کیا خوب سزا ہے

اس راز کا ابلاغ ذرا کم ہی ہوا ہے!!
جامیؔ کا سخن آج نیا شعر بنا ہے

اُس شخص کا اک نام ہوا کرتا تھا پہلے
جو اپنے ہی حالات کے صحرا میں کھڑا ہے

بے نام جزیروں میں ظفر موج بنے ہیں
کیا لوگ ہیں، آمنت پہ یہ کیا وقت پڑا ہے

آئینۂ ایام پہ وہ گرد جمی ہے!!
چہرہ پہ ہر اک شخص کے اک چہرہ لگا ہے

محِل شوق سے اپنی بھی ملاقات ہوئی تھی!
نظموں میں نئی فکر ہے، لہجہ بھی جدا ہے

اِبلاغ

خواب کے بستر پہ
جب کروٹ بدل کر
لوگ
سوجاتے ہیں
نیند آتی نہیں

... ...

پھول
چُنتے چُنتے
گلشن میں کبھی
ہاتھ کانٹوں سے اُلجھ جائیں
یہ ممکن ہے مگر ـــــ
ایسی ہی اک کیفیت کا نام ہے
۔ ذہن کی اُلجھن، فراست کا شعور

نئے ماحول میں

نئے رشتے، نئے بندھن، نیا گھر
اور نئے حالات سے پھر سابقہ ہے
یہی کچھ اب سے پہلے بھی ہوا ہے
ازل سے تا ابد ہوتا رہے گا:
ذرا ماحول سے رشتہ بنانے میں خرد اُلجھے
تو اُلجھن
رفتہ رفتہ خود سُلجھ جائے گی ، تم غمگین نہ ہونا
بہار آئے گی، غنچے مسکرائیں گے
تمنا کے دریچے کھول دو
تازہ ہوا آئے
نئے ماحول میں احساس کا شعلہ تو روشن ہو

فکر و فن

دھڑکنیں، احساس، فکر و فن کے جگنو
آرزؤں کے سویرے، غم کے افسانے
سانس لیتے نیم روشن اور بجھے چہرے
مرے جذبات
میری شاعری، میرا اثاثہ ہیں:
جنھیں
ماحول کی اُلجھن سے سُلجھاتا ہوں
خونِ دل جلا کر
مصلحت کے اس سراب آسا جزیرے میں
گماں کی گھُپ اندھیری رات میں
شمعِ یقیں لے کر
سخن کے چاند چمکاتا ہوں
فن کے گیت گاتا ہوں

یاد کا جھونکا

چاندنی رات تھی
جب میں پارک میں
کھویا کھویا گھوم رہا تھا
جانی پہچانی سی آواز
بلا رہی تھی اپنی جانب
"آیئے! اِدھر آیئے، یہاں بیٹھیے"
قدم قدم آواز کی جانب
بڑھتا رہا میں
لیکن ــــ پارک کے ہر گوشے میں
کوئی نہیں تھا:
شاید ــــ
اُس کی یاد کا جھونکا رقصاں تھا

پانی کی نظم

پیاسی دھرتی چوس چکی ہے سارا پانی
پھر بھی یہ پیاسی لگتی ہے :
وِش نہ گھولو، کچھ تو بولو
اے دھرتی پہ بسنے والو!
قریہ قریہ، شہروں شہروں کیسی ہاہاکار مچی ہے
اِس دھرتی پر بسنے والے،
گورے، کالے، بھوکے، پیاسے
محنت کش، مزدور، کسان
رکشے والے، ٹھیلے والے اور دفتر کے بابو لوگ
سب بھوکے ہیں، سب پیاسے ہیں
اے جل داتا، اے اَن داتا
پانی، پانی، پانی

ایک ایکٹ کا ناٹک

زندگی
گر ایک ناٹک ہے
تو
پھر آؤ
اپنا اپنا
پارٹ ادا کریں
اور
ایک دُوجے سے
جُدا ہو جائیں

جب صبح کا آنچل ڈھلکے

لفظوں سے مفہوم نکالو
معنیٰ کے آئینہ خانے
بجھے بجھے ہیں :
چپ کیوں ہو ؟
تخلیق کی الجھن
پہلو پہلو گرم سخن ہو
نغمہ گونجے :
یا پھر کوئی شور ہی اٹھے
دھڑکن جاگے
پھول کھلیں، کلیاں مسکائیں
یہ سب، تب ہی ممکن ہے
جب صبح کا آنچل ڈھلکے

سوال

دل کے پنجرے میں قید اک پنچھی
کھویا کھویا، اُداس، ژولیدہ
مجھ سے اکثر سوال کرتا ہے:
تم مرے دوست ہو تو بتلاؤ
آج حالات منجمد کیوں ہیں؟
زندگی تہمتِ وفا کیوں ہے؟
دُور تک بس دُھواں دُھواں کیا ہے!
مَیں بھی قیدی ہوں، تم بھی قیدی ہو
"کیا اسیری ہے کیا رہائی ہے"
کوئی مجھ سے سوال کرتا ہے

○

صبح کا آفتاب ہاتھوں میں
زندگی کی کتاب ہاتھوں میں

کچھ لکیریں ہیں نیم روشن سی
وہ حقیقت کہ خواب ہاتھوں میں

ہائے کیسا زمانہ آیا ہے!
شیخ صاحب! شراب ہاتھوں میں

کاش ہم اس سے باخبر ہوتے
سب عذاب و ثواب ہاتھوں میں

آج کی شاعری کی ریکھائیں
دیکھئے تو جناب ہاتھوں میں

ویسے چہروں پہ ہے تھکن مومنؔ
روشنی کا حساب ہاتھوں میں

کوئی بتلائے کہ اُس بزم میں کیا کیا نہ ہوا
آپ کہتے ہیں تو پھر ٹھیک ہے ویسا نہ ہوا

عشق کا روگ لگا بیٹھے ہیں اللہ رکھے
حُسن کا چاہنے والا کبھی اچھا نہ ہوا

خیریت گزری کہ الزام نہ آیا ہم پر
وہ جو اک واقعہ مشہور تھا سچا نہ ہوا

شہر و صحرا میں جو ہے ربط سبھی جانتے ہیں
آپ کا کیا ہے اگر خود پہ بھروسہ نہ ہوا

دھوپ ہی دھوپ جدھر جایئے منزل منزل
شوق کی راہ میں محمل کوئی سایہ نہ ہوا

○

جب ترا انتظار ہم نے کیا
زندگی کو شمار ہم نے کیا

اک ذرا شہر دل مہک جائے
تم پہ سب کچھ نثار ہم نے کیا

انگلیاں ہر طرف سے ہم پہ اٹھیں
جب جنوں اختیار ہم نے کیا

فن کی خاطر نیا لہو دے کر
فکر کو شعلہ بار ہم نے کیا

شوقؔ ہنس ہنس کے ہر مصیبت پر
شکر پروردگار ہم نے کیا

یادیں تیری امرت رس
جھومے جیسے نفس نفس

دل کی دُنیا پیاسی ہے
ابرِ تمنّا کھل کے برس

غنچہ غنچہ کِھل اُٹھا
فصل ہے اچھی اب کے برس

دُنیا میں اب پیار کہاں
ہر جانب ہیں اہلِ ہوس

وہ بھی ہیں مجبور وہاں !!
تم بھی شوق یہاں بے بس

فن کی خوشبو

ہونٹ لکھوں اور کاٹوں
آنکھیں لکھوں اور مٹا دوں
یہ سب مجھ سے ہو نہ سکے گا
چہرہ چہرہ لکھتے رہنا
میرا فن، تیری شخصیت
جب بھی پھول جلا گلشن میں
میں نے ایسا کچھ سوچا ہے
اب ویسا ہے :
صحرا صحرا جشنِ بہاراں
آنچل آنچل حسنِ غزالاں
ہونٹ، آنکھیں اور گیسو، چہرہ
غزلیں، دوہے، گیت
نغمہ، رنگ دھنک
پنگھٹ پنگھٹ، کیاری کیاری
محنت اور محبت خوشبو
اب میں اپنا فن لکھوں گا

گھٹن

کھڑکیاں کھول دو
آنے دو ہوا

ورنہ
کمرے کی گھٹن
ذہن کو جسم سے تنہا کر کے
حبس کے دشت میں جھلسائے گی
مرغِ بسمل کی طرح روح تڑپ جائے گی

ہجر

در و بام چپ
سناٹا، خاموش تنہائی
کرب، بے چینی، بے قراری اور اُلجھن
کتابیں بکھری بکھری
آئینوں پر گرد
سلوٹیں بستر پہ
کپڑے میلے میلے
کسی کروٹ قرار آئے
جب سے تم میکے میں ہو

پھر پھیلائے تاریکی

زیست کی اُلجھن
روزی کی قلت
جان جلائے
نئی نئی بیماریاں یارو
چاول، گندم
تیل، شکر
صابن، کپڑا، کاغذ
اور سفر پہ
اوپر سے یہ گرانی
غم کا سایہ [illegible] ہے
وقت کے ہاتھوں
ہم سب یارو
بے بس اور مجبور
پھر پھیلائے تاریکی ہے
جانے سویرا کب ہوگا

آنکھوں کا المیّہ

جانی بوجھی دیکھی بھالی!
وہ تیری متوالی آنکھیں
جھیل سے گہری کالی آنکھیں
قطرہ قطرہ، روشن روشن
پل پل نگراں اچھی آنکھیں
قدم قدم اور رستے رستے
تہذیبوں کی راہوں میں
سایہ سایہ ساتھ رہی ہیں
اب کیوں ہیں انجان سی آنکھیں
مل جائے تو پوچھوں اس سے
وہ نظریں ملتی ہیں ایسے
جیسے مجھے پہچان نہ پائیں
دیکھ کے بھی انجان سی رہنا
حسنِ بصیرت کا افسانہ
یا پھر ....!؟

رات

رات!
کہ اک دلہن کی صورت
نئی نویلی اور سجیلی
کرکے سولہ سنگھار
بھر کے مانگ ستاروں سے
چلی ہو جیسے پیا کے دوار
منزل منزل چلتی جائے
ٹھمک ٹھمک اِترائے
پگ پگ چلتے چلتے جب وہ
صبح کے دروازے پر آئے
پیا سے مل کر گھل مل جائے
روپ انوپ دکھائے

اُجالے کی طرف

حقیقت جب مسلّم ہو
اُسے تسلیم کر لینا
حقیقت سے جو آنکھیں موند لیتے ہیں
اُجالا کیا سمجھ پاتے ؟
مگر تم نے بالآخر مسیح کو سچ جانا
اِسے سب یاد رکھیں گے
گلے ملنا ، کدورت دُور کرنا
آگہی کا حوصلہ بننا
بہاروں کے نئے سپنے
محبت کے حسیں آنچل
نئی راہیں ، نئے جادے
لباسِ لالہ و گُل ہیں نئے وعدے ، نئے پیماں
یہ وہ رستے ہیں جن پر امنِ عالم کا سویرا ہے
" اندھیرا لاکھ روشن ہو اُجالا پھر اُجالا ہے "

پانی تیرے کتنے نام

امرت، زم زم اور گنگا جل
پانی
تیرے کتنے نام
آنسو، — قطرہ، شبنم
یہ بھی تیرے نام
فصلیں، چہرے، رونق، ڈھانچے
صحرا صحرا گلشن گلشن
پنگھٹ پنگھٹ، ساغر ساغر جیسے چھلکتے جام
پانی تیرے کتنے نام

نئی راہ

زمانے کے غم، زندگانی کی باتیں
گلے، اُلجھنیں، درد اور اضطراب
مراقی، حکایات، فریاد، نالے
کبھی پل دو پل کی یونہی سی مسرت
تمنا، سراب ایسی جھوٹی تمنا ـــــ
یہی باب ہیں آج کی زندگی کے
تو پھر ایسی تقدیر پر ناز کیوں ہو
کوئی روشنی، کوئی حرکت
کوئی بات ہو
زندگی پھر نئی راہ پر چل پڑے

آپ کو پہلے پہل جس سے محبت ہو گی
ہاں اُسی شخص سے پھر اور بھی نفرت ہو گی

ایسی حالت میں مناسب نہیں اظہارِ خلوص
ٹھیک ہے جایئے کل اپنی ضرورت ہو گی

کتنی باتوں کو بھلا یاد رکھو گے چھوڑو
دشمنی تو نہیں ہلکی سی کدورت ہو گی

انتظار اور کر ماحول بدل جانے دو!
آپ سے من چلے لوگوں کی قیادت ہو گی

شعر بھی کہیئے وزیروں سے بھی ملتے رہیئے
دیکھتے دیکھتے پھر آپ کی شہرت ہو گی

اب وہاں جانے سے کیوں منع کریں شوق سے جائیں
آپ کہتے ہیں تو پھر آپ کی عزت ہو گی

پہلے پہلے جب دیکھا تھا
وہ بالکل اپنا لگتا تھا

رستہ رستہ پھول کھلے ہیں
قدم قدم احساسِ وفا تھا

ساری دُنیا گھر آنگن تھی!
اُس سے مل کر یوں لگتا تھا

دریا دریا رحمت رحمت
چہرہ چہرہ جیسے دُعا تھا

وہ ساعت بھی کیا ساعت تھی
قطرہ جب طوفان بنا تھا

شوقِ جنونِ عشق سلامت
صحرا میں بھی پھول کھلا تھا

صاحبِ اختیار ہیں ہم لوگ
روشنی کا فشار ہیں ہم لوگ

ہر زمانے نے ہم کو دیکھا ہے
گوہرِ شاہوار ہیں ہم لوگ

رات ہم سے پناہ مانگے ہے
صبح کا اعتبار ہیں ہم لوگ

آدمیت کو ہے شرف ہم سے
حسنِ پروردگار ہیں ہم لوگ

کج کلاہی رہے سلامت باد
ذی حشم، ذی وقار ہیں ہم لوگ

شوق ہم سے شعورِ فکر و نظر
آرزوئے بہار ہیں ہم لوگ

واقعہ وہ جو ہوا تھا جس دم
میں اُسے چھوڑ رہا تھا جس دم

(ق)

ہاں اُسی روز سے چُپ چُپ ہوں جناب
آپ نے یاد کیا تھا جس دم

رات بھر شہر میں پھرتا ہی رہا
گھر کا رستہ نہ مِلا تھا جس دم

روشنی سی مجھے محسوس ہوئی
آپ کو دیکھ رہا تھا جس دم

تھے ستارے سرِ مژگاں روشن
میں نے مکتوب لکھا تھا جس دم

اب تو دفتر کی تھکن ہے، میں ہوں
شوقِ احساس بنا تھا جس دم

عربوں کے نام

پھر اندھیرے پہ اُجالوں نے کمندیں ڈالیں
صبح ناقابلِ تسخیر ہوا کرتی ہے
سائرن پھر بجے
پھر ٹینک چلے
اور طیارے اُڑے
پھر اسی سرحدِ ادراک پہ دانش کے قدم
فتح و ظفر، طبل و علَم
اور سکڑنے لگے یرقان زدہ منصوبے
سازشیں جیسے حصاروں میں خمیدہ حیراں
سبز پرچم تری عظمت، تری شوکت کو سلام
روشنی زادوں کی پُر نور شجاعت کو سلام

فتح و ظفر افزوں

(حضرت حسینؑ کے جذبۂ شہادتِ عظمیٰ کے نام)

خدا کی عظمتیں افزوں، خدا کی رحمتیں افزوں
محمد مصطفیٰؐ کی بے نہایت روشنی افزوں
حسینؑ ابن علیؓ کا جذبۂ شوقِ شہادت
کربلا کا معرکہ اور حق شناسی کا ثمر افزوں
حسینی فلسفہ اور فکر کا برگ و شجر افزوں
مقابل ظلم کے فتح و ظفر افزوں
خدا کی رحمتیں افزوں
غمِ ایام میں صبحِ یقیں جو نام ہے افزوں
خدا کی مملکت میں آگہی کا سلسلہ افزوں

عیدگاہ میں

وہی بڑا ہے، عظیم و اکمل
شریک اس کا کوئی نہیں ہے
صداقتیں سب اُسی پہ قائم
وہی ہے مختارِ کُل جہاں کا
وہی ہے دنیا، وہی ہے عقبیٰ
وہ نور ہے، روشنی ہے
احساس کے خرابے میں زندگی ہے:

... ...

اُسی کا اقرار کر رہے ہیں
مہکتے چہرے

لباس ایسے کہ ماہ و انجم چمک رہے ہیں
دلوں میں ایمان کے خزانے
لبوں پہ رحمانیت کے نغمے
تمام عرفانیت کا منظر
تمام فکر و نظر معطّر
یہ ماہِ رمضان کا اثر ہے
حدیث و قرآں کا ثمر ہے
ہری بھری شاخ شاخ مومن
ہمارے ایمان کا شجر ہے

عیدِ قرباں

راضی بہ رضا رہنا
اور حق کی حمایت میں قرباں بھی ہو جانا
اس عید کا حاصل ہے:
اللہ کے بندوں کا جینا ہو کہ مرنا ہو
اللہ کی خوشنودی، انساں کا مسلک ہو
مومن کا وطیرہ ہو:
اولاد کی کیا وقعت، زر مال کی کیا ہستی!
اللہ کے رستے میں قرباں جو کرتا ہے
درجات وہ پاتا ہے
اللہ کی رسّی کو مضبوط جو تھامو گے!
راضی بہ رضا ہو گے!
دُنیا ہو کہ عقبیٰ ہو، محبوبِ خدا ہو گے
اس عید کا اتنا ہی مفہوم ہے اے لوگو!!

اقبال

اقبال، خاک و باد کے منظر کی دلکشی
اقبال، ارتقائی منازل کی زندگی

اقبال، ظلمتوں میں شعورِ نظر کی رَو
یخ بستہ حوصلوں کے لئے زندگی کی ضَو

اقبال حق شناس و حقیقت شناس ہے
تہذیبِ فکر و فن میں خرد کی اساس ہے

اقبال، فلسفی بھی ہے، شاعر بھی، شخص بھی
رنگوں کا امتزاج بھی، چہرہ بھی، عکس بھی

اقبال، حسنِ لالہ و گل کی مہک کا نام
میخانۂ الست سے لبریز جیسے جام

اقبال جس کے فکر کی قامت بلند ہے
دانش کی اس صدی میں بہت ارجمند ہے

مہاتما گاندھی

وہ ایسا ابر تھا
صحرا میں گنج گنج گلاب
وہ ایسا ذہن کہ
دانش بھی سرنگوں ٹھہرے
اصول ایسے کہ
دنیا مثال دیتی ہے
شبِ الم میں
ستاروں کی جگمگاتی براءت
فنا کے دشت میں، نفرت کے خارزاروں میں
سحر کی چاپ، محبت کی روشنی کا نزول
وہ کون تھا:
وہ فرشتہ خصال انسان تھا

وچن

یہ باپو نے کہا تھا:
ملکوں ملکوں حریت ایسی ہو
ہر شہری کو اس کی زندگی کا پھل ملے
کوئی کم تر نہ ہو اور برتری کے پھول مہکیں
چراغ آرزو کی لَو بڑھے
کُٹیا کا دیپک مہرِ عالم تاب بن کر جگمگائے
چاندنی رقصاں ہو
دیوالی کا منظر ہو
مرے ہندوستان کا یہ مقدر ہو
خوشی کا راج گھر گھر ہو
وطن والو! بتاؤ
تم نے باپو کا وچن کتنا کیا پورا

نہرو

وہ ایسا تھا رہبر
جسے کام سے پیار تھا
تو آرام جس کے لئے
زندگی بھر حرام
وہ بے مثل رہبر
محبّت کا پیکر
وفا آشنا
وہ بھارت رتن
مساوات، امن اور ترقی کا پیکر
جو ہم میں نہیں ہے
مگر یاد اس کی
ہمارے دلوں میں
رہے گی سدا جاوِداں، مہرباں

۱۵۔ اگست کا پیغام

نشاطِ آرزو کا دن
بہار آثار لمحوں میں جو یاد آئے
خودی مہکے، تمنّا رقص فرما ہو
وہ جذبے حریّت کے، جاگتی کرنوں کا موسم
قریہ قریہ جشنِ دلداری
قدم سے تا قدم صحنِ چمن مہکے
وفا کے جگمگاتے رابطے، شمع فروزاں ہیں
عزیزو، پرچمِ آزادیٔ جمہور اونچا ہو
وطن میں ہر طرف اخلاص کی خوشبو فروزاں ہو
یہی باپو کا سندیسہ، یہی نہرو کی، جسے پرکاش کی بانی
جہاں فانی، وطن باقی

رواداری کا منصب

کھلونے توڑتے ہو اور کلیوں کو مسلتے ہو
ڈراتے ہو گلابوں کو
یہ کھیل اچھا نہیں تم باز آؤ !
غور کر لو، پھر دوبارہ غور کر لو
تبسّم زندگی کا غیر معمولی اثاثہ ہے
دلوں کو فتح کر لو، زندگی کا راز پا جاؤ
شگفتہ، کامراں منزل کی جانب سب کو لے جاؤ
رواداری فقیروں کا چلن ہے
جس سے شاہی ڈگمگاتی ہے

یہ وہ منصب ہے
جس کے فرق پر سب سے بڑی جمہوریت کا تاج روشن۔
ہمارا مامن و مسلک بہاروں کا یہ آنگن ہے

بیس شمعوں کی اشارت

آرزؤں کے دریچوں سے سحر جھانکتی ہے
روشنی زادوں سے احوالِ وطن پوچھتی ہے

صبح کی راہ پہ اِک قافلۂ نَو نکلے
منزلِ حسنِ تمنا پہ شگوفے مہکے

کارخانوں میں مشینوں کا سنبھل کر چلنا
نئی تاریخِ تمدن کا انوکھا سپنا

مکتبوں میں نئی تنویر نظر آتی ہے
اک نئے ہند کی تصویر نظر آتی ہے

دِل کی آواز کو تقدیر بناتے جاؤ
آرزؤں کے در و بام سجاتے جاؤ

بیس شمعوں کی تمازت کو اشارت سمجھو
شوقؔ اِس عہد کو صبحوں کی بشارت سمجھو

دیوالی کا سندیس

دیپ جلاؤ
دیوالی کے دیپ جلاؤ
پیار محبت، بھائی چارہ
ہم سب کا ہو ایک ہی نعرہ
بستی بستی، آنگن آنگن
جگمگ جگمگ ہو اُجیارا
رہے نہ کوئی غم کا مارا
دیوالی کے دیپ جلاؤ
آشاؤں کے گیت سناؤ
رنگوں کی تقدیس کو سمجھو
رنگوں کی توقیر کو جانو
دیپ جلاؤ دیپ جلاؤ
ہندو، مسلم، سکھ عیسائی

بھارت کے رہنے والوں نے
جیون کی تیرہ راہوں میں
جگ مگ دیپ جلائے ہیں
دیوالی پھر آئی اب کے
کیسی نئی سوغات لئے
دین، دھرم کے رشتے ناطے
ہوں مضبوط تو مہکے گلشن
بھارت دھرموں کا گلدستہ
بھارت تہذیبوں کا وطن
دیوالی کا یہ سندیس
دھرتی جاگے، جنتا جاگے
جاگے سب سنسار

روشنی کا پیکر

(مولانا حضرت عبدالماجد دریابادیؒ کی عظیم شخصیت کی جناب میں)

اک ایسی شخصیت ہم سے بچھڑ کر
روشنی کا، علم کا، اخلاص کا جادہ بنی ہے
شرافت، فکر و فن، تہذیب و دانش،
رواداری، محبت، حق شناسی
یہ سب اس شخصیت کی فکر و فن کا ایسا ورثہ ہیں
جنھیں آگے بڑھانا ہے، جنھیں تابندہ رکھنا ہے
تو اے لوگو!
قلم کو آگہی کی روشنائی میں ڈبو کر
حرفِ حق لکھو
خدا فہمی کی دولت، دین و دُنیا کا قبالہ ہے
جنوں تحریر میں لاؤ
وفا کے پھول مہکاؤ
خرد کو آگہی بخشو
تو ممکن ہے وہ شخصیت جو اب ہم میں نہیں ہے
روح کو اس کی قرار آئے
خرابے میں بہار آئے

ایک نغمہ کہ گونجتا ہی رہا

(بیادِ طالب رزاقی مرحوم)

زخم خوردہ، اُداس اور ملول
روشنیٔ صبحِ زندگی فن تھا
شخصیت کا خمیر صبر و رضا
فکر جیسے اُفق اُفق مہتاب
ایک نغمہ کہ گونجتا ہی رہا!
سب سہی آخرش وہی نغمہ
دفعتاً بجھ گیا اُجالے میں
کس کا مقصد؟ ثنا کی منزل کیا!
کچھ سمجھ میں اِدھر نہیں آتا
مغفرت مغفرت خدا وندا!

یادِ زورؔ

(ڈاکٹر زورؔ کی ۴۱ ویں برسی کے موقع پر)

اُجالے کی اسی بستی، اِسی اردو کے ایوان میں
رسالوں میں، کتابوں میں، نوادر شاہکاروں میں
اُسے ہم نے کچھ اس اندازِ دلداری سے دیکھا ہے
کبھی لکھتے ہوئے افسانۂ عہدِ تمنّا کو
کبھی تاریخ مہرو ماہ رقم کرتے
کبھی نقد و نظر میں منہمک، تحقیقِ دکنی میں کبھی غلطاں
دکن کے ذرّہ ذرّہ سے محبّت بے نہایت تھی:
لکھوں تو کیا لکھوں عاجز قلم، زورِ بیاں کم کم
جو اپنی ذات میں علم و ادب کا ضوفشاں پرچم
اُسے اک عہدِ گل لکھوں، اُسے اک مدرسہ لکھوں
اسے گنجینۂ گوہر لکھوں، حُسنِ عطا لکھوں
اُسے ہم نے کچھ اس اندازِ دلداری سے دیکھا ہے:
دبستانِ دکن کا وہ معلّم، علم و دانش کا خزینہ تھا
وفا کی سرزمیں پر کوہِ نور ایسا نگینہ تھا

غزالِ شہرِ غزل

(جاں نثار اختر کی یاد میں)

نئی غزل کی وہ آواز کتنی روشن تھی
وہ لہجہ کتنا جواں، تازہ کار لگتا تھا
غزل میں 'پچھلے پہر' کی لطافتوں کا شمار
حسین ایسا دھنک رنگ بانکپن کہیے
وفا سرشت بہاراں بکف چمن کہیے
ستارہ ایسا اُفق تا اُفق جبیں روشن
غزالِ شہرِ غزل رم رہا ہے آنکھوں میں
جدا کچھ ایسا ہوا نم رہا ہے آنکھوں میں

منظر منظر

اونچی نیچی پگڈنڈی پر
بَل کھاتی، لہراتی سڑکیں
ٹیڑھے میڑھے رستے، تنگ، کشادہ
بنگلے، پہاڑی، محل دو محلے، دلکش منظر، رنگ برنگے
جسموں کی مہکار، بدن زینت فیشن روز نئے
اک جانب کچھ پھوس کے چھپّر
پژمردہ چہروں میں چھپے؟
اور ملبوس پھٹے پیراہن
مٹّی کے تاریک گھروں میں رونے اور لڑنے کی صدائیں
بجھی بجھی آشائیں
دور ذرا اس منظر سے، تالاب پہ دیکھو
البیلی، شفّاف، معطّر دوشیزائیں
غنچہ غنچہ چٹک رہی ہیں
——— آگ لگی ہو جیسے:
اور ذرا ڈھلواں کا منظر
خاموشی، سنّاٹا، مرگھٹ
جیون جیسے ایک چِتا ہو

یہ موسم

یہ موسم جب بھی آتا ہے
وفا کے پھول مرجھائے سے لگتے ہیں
مہک جلتی ہوئی محسوس ہوتی ہے
سلونی صورتیں بدلی ہوئی لگتی ہیں
ہر کوئی تھکا ماندہ، ہوا کے واسطے حیران
جھلستی رات، لو کا خوف
پپڑی ہونٹ، آنکھوں میں تمازت
ذائقہ کڑوا کسیلا
جسے ہم زندگی کہتے ہیں ہر موسم میں روشن ہے
یہ موسم بھی گزر جائے گا پھر مہکے گی بگیا

خیالوں کے دریچے

تمہارے قرب کی خوشبو
خیالوں کے دریچوں سے
دبے قدموں سے آ آ کر
میرے سوئے ہوئے
احساس کو نت نت جگاتی ہے :
ملاقاتیں، مداراتیں، وہ باتیں
وہ جواں باہیں —
بہت ہی خوبصورت حادثے
رہ رہ کے یاد آتے رہے شب بھر
گر ایسے میں تم آجاؤ
تو تنہائی کا یہ صحرا مہک جائے

غنچۂ نو کے نام

(اپنے لڑکے اشرف کے لئے)

آج کا جام
اس ننھے غنچے کے نام
جو سرِ شام
گھر کے آنگن میں کچھ اس طرح سے کھلا
مہک سے فضا عطر رنگ
اور شام روشن ستارہ بنی
سات رنگوں کی قوسِ قزح
جیسے روشن ہوئی
اے خدا! التجا ہے یہی :
یہ غنچہ سرافراز ہو
سدا مسکراتا رہے، شاد و آباد ہو

تصادم

کلی کا تبسّم
گلابوں سا چہرہ
نظر ماہتابی تو قامت میں سُنبل
وہ لڑکی جسے روز میں دیکھتا ہوں
سرِ راہ دفتر کو جاتے ہوئے
تھکن بھول جاتا ہوں
مصروف ہوتا ہوں یوں کام میں
کہ جیسے وہ خوشبو میرے جسم کا ایک حصّہ بنی ہے
کئی روز سے گنگنانے لگا ہوں
خیالوں میں اس کو بسانے لگا ہوں
لگا ہوں میں اس کو چھُپانے لگا ہوں
وہ کل جب آسی رہگذر پہ ملے گی
تو پوچھوں گا اس سے
کہ تم ایسی نظروں سے کیوں دیکھتی ہو؟

یقیں سے گماں تک

دِل کے نزدیک
آنکھوں میں
خوابوں کی صورت
کوئی ساتھ چلتا ہے
سایہ نہ رنگ
اور چُپکے سے کہتا ہے
تم خود غرض ہو :
ذرا میری آنکھوں میں جھانکو
ٹٹولو مجھے
دُور تک میں یقیں ہی یقیں ہوں
مگر دوسرا ہوں
وہ "تم" تو نہیں ہو

لکھی گئی غزل تو سخن بولنے لگا
لہجہ ہماری فکر کا رس گھولنے لگا

جلتی ہوئی حیات کے تیور کو دیکھ کر
فن کار کا خیال بھی پر تولنے لگا

جب بھی نشاطِ غم سے ہوا اپنا سامنا
پلکوں پہ قطرہ قطرہ الم رولنے لگا

اک شخص ہے حریف مگر نام کیا لکھیں
تحریر کے بدن میں کوئی بولنے لگا

قربت کی وادیوں میں مہکنے لگے نجوم
احساس خلوتوں کی گرہ کھولنے لگا

موسم بدل گیا کہ جنوں کام آ گیا
مومن نئی بہار میں دل ڈولنے لگا

○

چاندنی رات کا منظر دیکھیں
ایک تصویر برابر دیکھیں

زندگی کتنی حسیں لگتی ہے
آپ زینے سے اُتر کر دیکھیں

کتنے احباب وہاں روشن ہیں
میکدہ پاس ہے چل کر دیکھیں

چاند آنگن میں اُتر آیا ہے
آپ کہتے ہیں تو بستر دیکھیں

لوگ تاریک گھروں سے نکلیں
اور پھر اپنا مقدر دیکھیں

○

خزاں کا خوف کچھ کم ہو گیا ہے
نئی کونپل پہ جب غنچہ کھلا ہے

لگے ٹھوکر تو رُک کر سوچتا ہے
کہ جیسے راستہ بالکل نیا ہے

ہراسانی سے کیا ملتا ہے لوگو!
خطا کے شہر میں سب کچھ روا ہے

کئی موسم یہاں آئے گئے بھی
مگر اک شخص سنّاٹا بنا ہے

فنا کے دشت میں کیا جانے کب سے
کوئی سایہ مرے پیچھے چلا ہے

کوئی جاگے کہ سوئے کون دیکھے
سمٹ کر شوق بھاگا جا رہا ہے

○

اور کتنے دن یوں ہی تنہا رہیں
اب یہ سوچا ہے کہ اُس سے مل ہی لیں

تیرگی لکھتے رہے ہم عمر بھر
چاندنی کا لفظ اب کیسے لکھیں

دُور اور نزدیک کی اُلجھن مٹے
زندگی کرنے کا فن جو سیکھ لیں

اب تو کچھ منظر کھلا ہے صبح کا
کتنی روشن ہوگئی ہیں محفلیں

شوقؔ صاحب شاعری میں احتیاط
شہر میں پھیلی ہوئی ہیں سازشیں

O

زُلف کھولے ہوئے تم بام پہ آیا نہ کرو
حُسن کا اپنے سرِ شام تماشا نہ کرو

پھر ملاقات کی ٹھہرے تو بتا دیں سب کچھ
وہ جو اک بات ہے اُس بات کا چرچا نہ کرو

فصلِ گُل آئی ہے مہکیں گے تمنّا کے گُلاب
آرزو کی کسی ٹہنی کو علیحدہ نہ کرو

منصفی شرط اگر ہے تو سخن یاد رکھو
تم کسی شخص کو حق بات پہ ٹوکا نہ کرو

عشق فیشن ہی سہی شوق ذرا قحط ٹلے!؟
فن کی تقدیس پہ حرف آئے گا ایسا نہ کرو

○

مرا نہیں ہے مگر ویسے مرگیا ہے وہ
خود اپنی ذات کے اندر اتر گیا ہے وہ

چمن چمن اُسے ڈھونڈا کئے کہیں نہ ملا
بہار بن کے اُٹھا تھا کدھر گیا ہے وہ

بہت دِنوں سے وہ آیا، مِلا نہ خط لکھّا
نہ جانے کیسا ہے یوں جو بِسر گیا ہے وہ

عجیب شخص ہے ہنستا ہے اور نہ روتا ہے
جو نام لے کے پکارا تو ڈر گیا ہے وہ

اُسے تو کب کے میں اپنا چکا ہوں اے مومن
اگرچہ آنکھ بچا کر گزر گیا ہے وہ

○

اب کے غزل فروغِ شب و روز کا ہے نام
ہاتھوں میں زندگی کے چھلکنے لگا ہے جام

تاریک راستوں پہ جلائے گئے چراغ
یوں بھی لیا ہے ہم نے اندھیروں سے انتقام

اور زندگی مریض کی صورت تھی کل تلک
اب دیکھئے شعورِ بہاراں ہے شاد کام

وہ کیفیت کہ جس کا کوئی نام ہی نہیں
چپکے سے لے لیا تھا کسی نے تمہارا نام

جب ذکر اُن کے عارض و لب کا چلا ہے شوق
مہتاب ضَو فشاں ہے ستارہ بکف ہے شام

○

رات باقی ہے ابھی کروٹ بدل
خواب کی بے کیف وادی سے نکل

آرزوؤں کی فضاؤں میں مچل
بے یقینی کی فضا سے دل بدل

راہ میں رُکنا نہیں شیوا ترا
جانبِ منزل یونہی بڑھتا ہی چل

آج ہی کر لے جو کرنا ہے تجھے
کیا بھروسہ زندگی ہوگی بھی کل

زندگی کی رہگزر پُرخار ہے
گرنے والے ٹھوکریں کھا کر سنبھل

ہر کوئی ممکن ہے، ناممکن نہیں
شوق شاعر ہے، ارادوں میں اٹل

○

گُل بداماں ہے ہمارا موسم
آرزوؤں کا جزیرہ موسم

اک نیا نام لکھا ہے ہم نے
ظلمتوں میں ہے سویرا موسم

باب در باب اُجالا افزوں
روشنیوں کا صحیفہ موسم

نغمگی حد سے سوا لگتی ہے
پہلے ایسا نہ تھا اپنا موسم

نئی کرنوں پہ ہو تجدید اگر
طنز فرمائے گا کالا موسم

کوئی غنچہ نہ جلے گلشن میں
شوق ایسا ہو سُہانا موسم

○

آدمی اب کہاں آدمی، اِن دنوں
زندگی اب کہاں زندگی، اِن دنوں

وہ مروّت، محبت کے دن کیا ہوئے
سادگی بھی کہاں سادگی، اِن دنوں

روشنی کی ضرورت تو ہم سب کو ہے
روشنی اب کہاں روشنی، اِن دنوں

یوں بظاہر تو ملتے ہیں اخلاص سے
دوستی اب کہاں دوستی، اِن دنوں

وقت اور مصلحت کے تقاضوں کے بیچ
دشمنی بھی کہاں دشمنی، اِن دنوں

وہ تو اک عالمِ شوق ہے چار سُو
شاعری بھی کہاں شاعری، اِن دنوں

زخموں کو بھول جاؤ کہ موسم حسین ہے
باتیں نئی سناؤ کہ موسم حسین ہے

سازِ طرب پہ گیت چھڑا ہے تو ہم دمو!
ہر غم کو بھول جاؤ کہ موسم حسین ہے

تلخابۂ حیات کو صہبا میں گھول دو
مہکو، سبُو اٹھاؤ کہ موسم حسین ہے

رُت بھیگنے چلی ہے، فضا نغمہ بار ہے
کچھ تم بھی گنگناؤ کہ موسم حسین ہے

اب بزمِ آرزو میں چراغاں ہے ہر طرف
محراب و در سجاؤ کہ موسم حسین ہے

اردو زباں ہے ایک دبستاں کھلا ہوا
مومن غزل سناؤ کہ موسم حسین ہے

ہم نے سب سے یہ کہا ہے لوگو
آرزو حسنِ ادا ہے لوگو!

کوئی رنجور نہ رہنے پائے
صرف اتنی ہی دُعا ہے لوگو!

ہو سکے تو اُسے آباد کرو
کیا حسین شہر لُٹا ہے لوگو!

نہ سزا ہے نہ جزا ہے کوئی
کیسی تہذیبِ وفا ہے لوگو!

شوقؔ صاحب کی غزل کا انداز
عصرِ حاضر کی نوا ہے لوگو!

○

خلوتِ غم میں در آئے جیسے
آنکھ اک رنگ بنائے جیسے

دن کچھ اِس طرح بسر اب کے ہوا
رات افسانہ سُنائے جیسے

دشتِ احساس کہ لرزاں لرزاں
رقصِ مہتاب میں سائے جیسے

پھر مہکنے لگا خوابوں کا گگن
پھر کوئی یاد ستائے جیسے

اُن کی آنکھوں میں وفا کی خوشبو
کوئی تحریر چھپائے جیسے

اب کچھ ایسا ہے دکن میں اے شوق
لوگ ملتے ہیں پرائے جیسے

○

اس بھری بھیڑ میں تنہا سا کھڑا ہوں کب سے
راہ اک شوخ کی میں دیکھ رہا ہوں کب سے

اب کہیں زیست کے آثار نظر آئے ہیں
بجھتے ہونٹوں پہ صداقت کی دُعا ہوں کب سے

میری آواز سُنو، میرا تکلم سمجھو!
دور کے شہر میں صحرا کی صدا ہوں کب سے

باز آجاؤ جفا سے تو گلستاں مہکے!
میں تمہارے ہی لئے حرفِ وفا ہوں کب سے

لاکھ حالات نے چاہا کہ ہٹا دے مجھ کو
پھر بھی حالات کے آگے ہی رہا ہوں کب سے

جانے کس لمحہ بجھا دے مجھے آندھی اِک دن
شوق کی بزم میں جلتا تو رہا ہوں کب سے